

ہونے لگتا ہے۔“

ایک دن دھینا بازار سے چلی آرہی تھی کہ راستے میں پنڈت دانا دین مل گئے دھینا نے سر نہنچا کر لیا اور جاہتی تھی کہ کتر کر نکل جائے مگر پنڈت جی چھیڑ کا موقع پا کر کب جو کئے والے تھے، چھیڑ ہی تو بیٹھے۔ گو بر کا کچھ پتہ سندیا ملا کہ نہیں؟ ایسا پوت نکلا کہ گھر کی ساری مر جاد بگاڑ دی۔“

دھینا کے دل میں خود ہی خیال آتا رہتا تھا۔ ادا س من سے بولی برو دن آتے ہیں بابا، تو آدمی کی مت ماری جاتی ہے، اور کیا کہوں۔“

دانا دین بولے۔ ”تمہیں اس پاجن کو گھر میں نہ رکھنا چاہیئے تھا۔ دودھ میں مکھی پڑ جاتی ہے تو آدمی اسے نکال کر پھینک دیتا ہے اور دودھ پی جاتا ہے سو جو کتنی بدنامی اور جگ ہنسائی ہو رہی ہے۔ دکھتی گھر میں نہ رہتی تو کچھ نہ ہوتا۔ لڑکوں سے اس طرح کی بھول چوک ہوتی ہی رہتی ہے۔ جب تک برادری کو بھوج نہ دوں گی اور برہمنوں کو نہ کھلاؤ گی تب تک کیسے ادھار ہوگا۔ اسے گھر میں نہ رکھنے تو کچھ نہ ہوتا۔ ہو رہی تو پاگل ہے ہی۔ پر تو کیسے دھوکا کھا گئی۔“

دانا دین کا لڑکا ماتا دین ایک چماری سے آشنائی کئے ہوئے تھا۔ اسے سارا گائوں جانتا تھا۔ مگر وہ ملک لگانا تھا، پوتھی پترا پڑھتا تھا، کھتا، بھاگوت کہتا تھا اور پردہتی کا کام کرتا تھا۔ اس کے وقار میں ذرا بھی کمی نہ تھی۔ وہ روزانہ اٹھان پوجا کر کے اپنے گناہوں کا کفارہ کر دیتا تھا۔ دھینا جانتی تھی کہ جھینا کو گھر میں رکھ لینے ہی سے یہ ساری بلا آئی ہے۔ اسے نہ جانے کیسے دیا گئی ورنہ اسی رات کو جھینا کو نکال دیتی تو کیوں اننی بدنامی ہوتی۔ مگر یہ خوف بھی تو تھا کہ تب اس کے لئے کنواں تالاب کے سوا اور ٹھکانا کہاں تھا؟ ایک نہیں بلکہ دو جانوں کی قیمت دے کر وہ اپنے مر جاد کو کیسے بچانی؟ پھر جھینا کے

پیٹ میں جو بچہ ہے وہ دھینا ہی کے کیلچہ کا تو ٹکڑا ہے۔ مہنی کے ڈر سے اس کی جان کیسے لے لیتی؟ اور پھر بھینا کی بے بسی اور عاجزی بھی تو اسے متاثر کرنی رہتی تھی۔ وہ باہر سے جلی بھنی آتی مگر جوں ہی بھینا کو نوٹے میں پانی لا کر رکھ دیتی اور اس کے پیر دہلانے لگتی، اس کا غصہ پانی ہو جاتا۔ بے چاری لالچ اور دکھ سے آپ ہی دبی ہوتی ہے اسے اور کیا دباوے؟ مرے کو اور کیا مارے؟

بہس نے تنہا لہجے میں کہا: ”ہم کو گھرانے کی مر جاد اتنی پیاری نہیں ہو۔ مہراج! کہ اس کے پیچھے ایک جیو کی ہتیا کر ڈالتے۔ بیاہنا نہ سہی، پر اس کی ہانہ نو پکڑی ہے میرے ہی بیٹے نے۔ کس منہ سے نکال دیتی؟ وہی کام بڑے بڑے کرتے ہیں ذرا ان سے کوئی کچھ نہیں بولتا، انھیں کلنگ ہی نہیں لگتا، وہی کام چھوٹے آدمی کرتے ہیں تو ان کی مر جاد دھو جاتی ہے، ناک کٹ جاتی ہے بڑے آدمیوں کو اپنی ناک دوسروں کی جان سے پیاری ہوگی، ہمیں تو اپنی ناک اتنی پیاری نہیں۔“

دانا دین ہار ماننے والے جیو نہ تھے۔ وہ دس گالوں کے نار دتھے یہاں، وہاں اور وہاں کی یہاں لگانا ان کا دلچسپ مشغلہ تھا۔ وہ چوری تو نہ کرتے تھے، اس میں جان جو کھم کا معاملہ تھا مگر چوری کے مال میں حصہ لینے کے وقت ضرور پہنچ جاتے تھے۔ کہیں پیٹھ میں دھول نہ لگنے دیتے تھے۔ زمیندار کو آج تک لگان کی ایک پانی نہ دی تھی۔ فرنی آتی تو کنویں میں گرنے چلتے، نوکھے رام کے لئے دھڑے پچھ نہ بنتا۔ مگر اسامیوں کو سود پر روپیہ قرض دیتے تھے یہی عورت کو کوئی زیور بنانا ہے تو دانا دین اس کی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔

شادی بیاہ طے کرنے میں انھیں بڑا لطف آتا ہے۔ نیک نامی بھی ملتی ہے اور دکھنا بھی۔ بیاہی میں علاج معائجے بھی کرتے ہیں، اور جھاڑ پھونک بھی

جیسی مریض کی مرضی ہو اور صحبت یافتہ ایسے ہیں کہ جوانوں میں جوان بن جانے میں اور بچوں میں بچے اور بوڑھوں میں بوڑھے۔ چور کے بھی ساتھی ہیں اور شاہ کے بھی۔ گانوں میں کسی کو ان پر اعتبار نہیں ہے۔ مگر ان کی باتوں میں کچھ ایسی شے ہے کہ لوگ بار بار دھوکا کھا کر بھی ان ہی کی پناہ لیتے ہیں۔

سر اور ڈاڑھی ہلا کر بولے: "یہ تو ٹھیک کہتی ہے دھینا! دھرماتا لوگوں کا یہی دھرم ہے پر سماجی ریت رواج کا بناہ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"

اسی طرح سپیشوری لالہ نے ہوری کو چھیڑا۔ وہ گانوں میں دھرماتا مشہور تھے پورنما سی کو ہمیشہ ست نازین کی کتھا سننے تھے۔ مگر پواری ہورے کی وجہ سے اپنے کیفیت بیگا میں جتواتے تھے، بیگا میں سپنچوانے تھے اور سامیوں کو آپس میں لڑا کر رفیس مارتے تھے۔ سارا گانوں ان سے کانپتا تھا۔ غریبوں کو دس دس پانچ پانچ روپے فرض لے کر انھوں نے کسی ہزار بنا لئے تھے۔ فصل کی چیزیں سامیوں سے لے کر کچہری اور تھانے کے عملوں کی بھینٹ کرتے رہتے تھے اس سے کل علاقے میں ان کی ابھی دھاگ تھی۔ اگر کوئی ان کے ہتے نہ چڑھتا تو داروغہ گھنڈا سنگھ تھے جو حال ہی میں اس علاقے میں تعینات ہو کر آئے تھے۔ پر آبکاری بھی تھے۔ بخار کے دنوں میں سرکاری کونین تقسیم کرتے تھے، کوئی بیمار ہو تو اس کی خیر دعائیت پر پھینے ضرور جاتے تھے۔ چھوٹے موٹے جھگڑے آپس ہی میں طے کر دیتے تھے۔ نادبوں میں بالکی، قابین اور محفل کا سامان منگنی لے کر لوگوں کا کام نکال دیتے تھے یہ سب کرتے ہوئے بھی موقع پر چپکے تھے۔ جرح کا کھانا تھے

اُسی کا کالتے بھی تھے۔ بولے: "یہ تم نے کیا روگ پال لیا ہوری؟"

ہوری نے پیچھے پھر کر پوچھا: "تم نے کیا کہا لالہ؟ میں نے سننا

پیشوری پیچھے سے قدم بڑھاتے ہوئے برابر آکر بولے : کہہ رہا تھا کہ دھینا کے ساتھ کیا تمھاری عقل بھی گھاس گھاگئی ہے ؟ جھینا کو کیوں نہیں اس کے باپ کے گھر بھیج دیتے ؟ ناک (ناحق) اپنی ہنسی کر رہے ہو۔ نہ جانے کس کا بچہ لے کر آئی ہے۔ اور تم نے گھر میں رکھ لیا ہے۔ ابھی تمھاری دودو لڑکیاں بیاہنے کو بیٹھی ہوئی ہیں۔ سوچو، کیسے بیڑا پار ہوگا۔

ہوری اس طرح کی نکتہ چینی اور خیر خواہی کی باتیں سنتے سنتے پک گیا تھا، بولا : یہ میں سب سمجھتا ہوں لالہ پر تمھیں بتاؤ کہ کروں کیا ؟ میں جھینا کو نکال دوں تو بھولا اسے رکھ لیں گے ؟ اگر وہ راجی (راضی) ہوں تو آج میں اسے ان کے گھر پہنچا دوں۔ اگر تم انھیں مناؤ تو جہنم بھر تمھارا اپکار مانوں، مگر وہاں تو ان کے دونوں لڑکے مہیا پر اتار دیں، پھر میں اسے کیسے نکال دوں ایک تو نالایک (نالائق) آدمی ملا کہ اس کی باہنہ پکڑ دگا (دغا) دے گیا۔ اب میں بھی نکال دوں گا تو وہ کہیں محنت مجھری (مزدوری) بھی تو نہ کر سکے گی۔ کہیں جا کر ڈوب مری تو سنے باپ لگے گا ؟ رہے لڑکیوں کے بیاہ سو بھگوان مالک ہیں جب اس کا سنے آوے گا تب کوئی نہ کوئی راہ نکل ہی آوے گی لڑکی تو ہماری برادری میں آج تک کسی کنواری نہیں رہی۔ برادری کے ڈرسے میں مہیارے کا کام نہیں کر سکتا۔“

ہوری منکسر مزاج شخص تھا۔ ہمیشہ سر جھکا کسے چلتا اور چار باتیں بڑا کر لیتا تھا۔ ہیرا کے علاوہ گانوں میں کوئی اور اس کا بدخواہ نہ تھا۔ مگر سماج اتنا بڑا ارتھ (اندھیر) کیسے سہلے ؟ اور اس کی سرکشی تو دیکھو کہ سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتا۔ عورت مزدوروں جیسے سماج کو چیلنج دے رہی ہیں کہ نہ کہیں چلا

کوئی کیا کئے بیٹا ہے، تو سماج بھی دکھا دے گا کہ اسے کچھ نہ سمجھنے والے لوگ
سمجھ کی نیند نہیں سو سکتے۔

اسی رات کو اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے گانوں کے یڈروں کی
نشست ہوئی۔

داتا دین بولے: میری عادت کسی کی برائی کرنے کی نہیں ہے۔ سنار
میں کیا کیا کرم نہیں ہوتا۔ مجھ سے کیا مطلب؟ مگر یہ رائڈ دھینا تو مجھ سے رٹنے
پر تل گئی، بھائیوں کا حصہ دبا کر ہاتھ میں چار پیسے ہو گئے تو اب کچال۔ کے
سوائے اور کیا سوچھے گا؟ تیج جات (ذات) جہاں پیٹ بھر کر ردئی کھائی
اور ٹیڑھے چلے! اسی سے ساستروں میں کہا ہے کہ تیج ذات لیتا ہے بھلا۔
پیشوری نے ناریل کا کٹ لگاتے ہوئے کہا: یہی تو ان میں بُرائی ہو
کہ جہاں چار پیسے دیکھے اور آنکھیں بدلیں۔ آج بوری نے ایسی میکر ڈی جانی
کہ میں اپنا منہ لے کر رہ گیا۔ نہ جانے اپنے کو کیا سمجھتا ہو۔ اب سوچو، اس بدکاری
کا گانوں میں کیا نتیجہ ہوگا۔ جھینا کو دیکھ کر دوسری بدھواؤں کا من بڑھے گا کہ
نہیں؟ آج بھولا کے گھر میں یہ بات ہوئی، اگل ہمارے تمھارے گھر میں ہوگی
سماج نوڈر کے بل سے جلتا ہی آج سماج کا آنکس جاتا رہے تو پھر دیکھو کہ
سنار میں کیسے کیسے ازرقہ ہونے لگتے ہیں۔

جھنڈی سنگھ دو بیویوں کے شوہر تھے۔ پہلی بیوی، پانچ لڑکے لڑکیاں
چھوڑ کر مری تھی۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً پینتالیس سال تھی۔ مگر آپ نے
دوسری شادی کی اور جب اس سے اولاد نہ ہوئی تو تیسرا بیاہ کر ڈالا۔ اب ان
کی عمر پچاس سال تھی اور دو جوان بیویاں گھر میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان دونوں
کے بارے میں طرح طرح کی باتیں پھیل رہی تھیں، مگر ٹھاکر صاحب کے

ڈر سے کوئی کچھ کہہ نہ سکتا تھا۔ اور کہنے کی گنجائش بھی تو ہو۔ شوہر کی آرٹ میں سب کچھ جائز ہے۔ مصیبت تو اسے ہے جس کی کوئی آرٹ نہیں۔ تھا کہ صاحب غریبوں کی سخی سے نگرانی کرتے تھے اور انہیں غرور تھا کہ ان کی بیویوں کا گھونگٹ تک بھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ مگر گھونگٹ کے پردے میں کیا ہوتا ہے اس کی انہیں کیا خبر؟

بولے: ایسی عورت کا تو سر کاٹ لے۔ پوری نے اس زندگی کو گھر میں رکھ کر سماج میں بس بویا جو۔ ایسے آدمی کو گانوں میں رہنے دینا گانوں بھر کو بھر شٹ (ناپاک) کرنا ہے۔ رائے صاحب کو اس کی اطلاع دینی چاہیے صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ اگر گانوں میں یہ ارتھ چلا تو کسی کی آبرو سلامت نہ رہے گی۔“

پنڈت نوکھے رام کا رکن بڑے اعلیٰ درجے کے برہمن تھے۔ ان کے دادا کسی راجہ کے دیوان تھے مگر اپنا سب کچھ بھگوان کے چرنوں پر چڑھا کر سادہ ہو گئے تھے۔ ان کے باپ نے بھی رام نام کی کھیتی میں زندگی کاٹ دی تھی۔ نوکھے رام نے بھی وہی بھگتی ترکہ میں پائی تھی۔ علی الصبح بوجا پر بیٹھ جاتے تھے اور دس بجے تک بیٹھے ہوئے رام نام چبا کرتے تھے۔ مگر بھگوان کے سامنے سے اٹھتے ہی ان کی فطرت اس رکاوٹ سے بگڑ کر ان کو دل بول اور عمل سب ہی کو زہر آلود بنا دیتی تھی۔ اس تجویز میں ان کے اختیارات کی توہین تھی۔ پھولے ہوئے گالوں میں دھنسی ہوئی آنکھیں نکال کر بولے ”اس میں رائے صاحب سے کیا پوچھنا ہے؟ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ لگا دو سو روپے نادان آپ گانوں چھوڑ کر بھاگے گا۔ ادھر میں بید کھلی (بید غلی) بھی دائر کئے دیتا ہوں۔“

پیشوری نے کہا: ”مگر لگان تو ادا کر چکا ہے۔“
جھگڑی سگھ نے تائید کی: ”ہاں لگان ہی کے لئے تو ہم سے تیس روپے

لئے ہیں۔“

نوکھے رام نے گھمنڈ سے کہا: ”لیکن ابھی رسید تو نہیں دی۔ ثبوت کیا ہے کہ ابھی لگان ادا کر دیا ہے؟“

اتفاق رائے سے یہی طے ہوا کہ ہوری پر سو روپے جرمانہ کیا جائے صرف ایک دن گانوں کے آدمیوں کو جمع کر کے ان کی منظوری لے لینے کا ناہک ہونا ضروری تھا۔ ممکن تھا کہ اس میں دس پانچ روز کی دیر ہو جاتی مگر آج ہی رات کو جھینا کے لڑکا پیدا ہوا اور دوسرے ہی روز گانوں والوں کی پنچایت بیٹھ گئی۔ ہوری اور دھینا دونوں اپنی اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے بلاؤ گئے۔ چوہال میں اتنی بھیڑ تھی کہ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ پنچایت نے فیصلہ کیا کہ ہوری پر سو روپے نقد اور تیس من غلے کا تادان عائد کیا جائے۔

دھینا بھری بھا اور بھرے ہوئے گلے سے بولی: ”پنچو! اگر یہ (غریب) کو سا کر سکھ نہ پاؤ گے، اتنا سمجھ لینا۔ ہم تو مسٹ جائیں گے، کون جانیں کہ اس گانوں میں رہیں یا نہ رہیں، مگر میرا سراپ۔ تم کو بھی جرور (ضرور) سے جردر لگے گا۔ مجھ پر اتنا کڑا ڈنڈا اس لئے کیا جا رہا ہے کہ میں نے اپنی بہو کو اپنے گھر میں کیوں رکھا۔ کیوں اسے گھر سے نکال کر سڑک کی بھکارن نہیں بنا دیا، یہی بناؤ ہے، ایس۔“

پیشوری لالہ بوسے: ”وہ تیری بہو ہے کہ ہر جانی؟“
ہوری نے دھینا کو ڈانٹا: ”تو کیوں بولتی ہے دھینا؟ پنچ میں پر میرے رہتے ہیں۔ ان کا جو نیا ہے وہی میرے سر آنکھوں پر۔ اگر بھگوان کی

ہی مرچی (مرضی) کہ ہم گاؤں چھوڑ کر بھاگ جائیں تو ہمارا کیا بس؟ بچو؟ ہمارے پاس جو کچھ ہو وہ کھلیان میں ہی، ایک دانہ بھی گھر میں نہیں آیا۔ جتنا چاہو لے لو۔ سب لینا چاہو تو لے لو، ہمارا بھگوان مالک ہے۔ جتنی کمی پڑے اس میں ہمارے بیل لے لینا۔“

دھینا دانست میں کر بولی۔ ”میں نہ ایک دانہ اناج دوں گی اور نہ ایک کوٹری، جس میں پوتا ہو جس کو مجھ سے لے لے۔ ابھی دل لگی ہے۔ سوچا ہو گا کہ ڈنڈ کے بہانے اس کی سب حیات (جائداد) لے لو اور خیرانہ (نذرانہ) کے دوسروں کو دے دو۔ باگ (باغ)، باغیچہ، بیج کر بیجے (مزرے) سے تر مال اڑاؤ۔ دھینا کے جیسے جی یہ نہیں ہونے کا، اور تھاری لال سا خواہش، تمہارے من میں ہی رہے گی۔ ہمیں نہیں رہنا، ہر برادری میں برادری میں رہ کر ہماری مکتی نہ ہو جائے گی۔ اب بھی اپنے پسینے کی کمائی کھاتے ہیں تب بھی اپنے پسینے کی کمائی کھائیں گے۔“

ہوری نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ”دھینا! تیرے پیروں پڑتا ہوں، تو چپ رہ! ہم سب برادری کے چاکر ہیں، اس کے باہر نہیں جاسکتے۔ وہ جو ڈنڈ لگاتی ہے، اسے سر جھکا کر ان سے لے نکو بن کر جینے سے تو گلے میں بھانسی لگائینا اچھا ہے۔ آج مرجائی، تو برادری ہی تو اس مٹی کو پار لگا دے گی۔ برادری ہی تارے گی تو تریں گے۔ بچو! مجھے اپنے خیران بیٹے کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا اگر میرے پاس کھلیان کے اناج کے سوائے اور کوئی جنس ہو۔ میں برادری کو دھوکا نہ دوں گا۔ بچوں کو میرے بال بچوں پر ترس آوے تو ان کی کچھ پر درس کریں۔ ہمیں سمجھے تو ان کا حکم ماننا ہے۔“

دھینا جھلا کرواں سے چلی گئی اور ہوڑی پھر رات گئے تک کھلیان کو
 اناج ڈھو ڈھو کر جھنگری ٹنگھ کی چوہال میں ڈھیر کرتا رہا۔ بیس من جو تھا۔ پانچ من
 گہوں اور اتنا ہی مٹر۔ تھوڑا سا چنا اور کچھ تلہن بھی تھا۔ اکیلا آدمی اور دو گھیتوں
 کا بوجھ! یہ جو کچھ ہوا وہ دھینا کی محنت سے ہوا۔ جھینا اندر کا سارا کام کر لیتی
 تھی اور دھینا اپنی لڑکیوں کے ساتھ کھیتی میں لگ گئی تھی۔ دونوں نے سوچا
 تھا کہ گہوں اور تلہن سے لگان کی ایک قسط ادا ہو جائے گی اور ہو سکا تو تھوڑا
 تھوڑا سود بھی دے دیں گے۔ جو کھانے کے کام آئے گا۔ جیسے پیسے
 پانچ چھ بیسے کٹ جائیں گے تب تک جو ار باجرہ، مکا، ادیان کے دن جائیں
 وہ ساری امیدیں مل گئی۔ اناج تو ہاتھ سے گیا ہی اور روپے کی گھٹری اور
 سر پر لد گئی۔ اب کھانے کا کہیں ٹھکانا نہیں اور گوبر کا کیا حال ہوا رام جانے
 اگر دل اتنا کچا تھا تو ایسا کام ہی کیوں کیا؟ مگر ہونہار کو کون ٹال سکتا ہے؟
 برادری کا وہ خوف تھا کہ اپنے سر پر لا کر اناج ڈھو رہا تھا گویا اپنے ہاتھوں
 اپنی قبر کو درہا ہو۔ زمیندار، ساہوکار، سرکار کس کا اتنا رعب تھا۔ کل بال بچے
 کیا کھائیں گے؟ یہ فکر روح کو خشک کئے دیتی تھی۔ مگر برادری کا خوف بھوت
 کی طرح سر پر سوار ہو کر کوڑے لگا رہا تھا۔ برادری سے الگ رہ کر جینے کا تو
 وہ خیال ہی نہ کر سکتا تھا۔ شادی، بیاہ، مونڈن چھیدن، جینا، مرنا، سب
 کچھ برادری کے ہاتھ میں ہے۔ برادری اس کی زندگی میں بیڑ کی طرح جڑ جائے
 ہوئے تھی اور اس کے رگ وریشہ میں پیوست ہو رہی تھی۔ برادری سے
 نکل کر اس کی زندگی کا جامہ تار تار ہو جائے گا۔

جب کھلیان میں صرف ڈیڑھ دو من جو اور رہ گیا تو دھینا نے دوڑ
 کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی۔ "اچھا اب رہنے دو! ڈھو تو بچے برادری کی لالچ

اب بچوں کے لئے بھی کچھ چھوڑ دو گے کہ سب برادری ہی کے بھاڑ میں جھونک دو گے؟ میں تم سے ہار جاتی ہوں۔ میرے بھاگ میں تمہیں جیسے مورکھ کا ساتھ بدلتا تھا۔“

ہوری نے اپنا ہاتھ چھڑا کر ٹوکری میں باقی غلہ بھرتے ہوئے کہا: ”یہ ہوگا دھینا۔ بچوں کی آنکھ بچا کر ایک دانہ بھی رکھ لینا میرے لئے حرام ہے۔ میں نے جا کر سب کا سب وہاں ڈھیر کئے دیتا ہوں۔ پھر بچوں کے من میں دیا اچھے گی تو کچھ میرے بال بچوں کے لئے دے دیں گے، انہیں بھگو ان مالک ہیں۔“

دھینا تلملا کر بولی: ”یہ بیچ نہیں ہیں راچس ہیں۔ بچے اور پورے راچس؟ یہ سب ہماری جگہ جس (زمین) چھین کر مال مارنا چاہتے ہیں ڈانڈ باندھ کا تو بہانہ ہے۔ سمجھاتی جاتی ہوں پر تمہاری آنکھیں نہیں کھلتیں۔ تم ان راچسوں سے دیا کا آسرا رکھتے ہو۔ سوچتے ہو کہ دس پانچ من تمہیں دے دیں گے۔ منہ دھور کھو!“

جب ہوری نے نہ مانا اور ٹوکری سر پر رکھنے لگا تو دھینلے دونوں ہاتھوں سے پوری طاقت کے ساتھ ٹوکری پکڑ لی اور بولی: ”اسے تو میں نہ لے جانے دوں گی چاہے تم میری جان ہی لے لو۔ مر کر ہم نے کمایا، پھر رات رات گئے تک ہم نے سینچا، تو اسی لئے کہ بیچ لوگ مونچھوں پر تاؤ دیکر بھوگ لگا دیں اور ہمارے بچے دانے دانے کو ترسیں؟ تم نے اکیلے ہی تو سب کچھ نہیں کر لیا ہے، میں بھی اپنی لڑکیوں کے ساتھ سستی ہوئی ہوں۔ سیدھے سے ٹوکری یہیں رکھ دو نہیں آج سدا کے لئے نانا ٹوٹ جائیگا۔ کہہ دیتی ہوں۔“

ہوری سوچ بچا رہی پڑ گیا۔ دھینا کا کہنا بڑھ تھا۔ اُسے اپنے بال بچوں

کی کمائی چھین کر تادان دینے کا کیا حق ہے؟ وہ گھر کا مالک اس لئے ہے کہ سب کو پالے پوسے۔ اس لئے نہیں کہ ان کی کمائی چھین کر برادری کی نظریں سرخ رو بنے۔ ٹوکرئی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آہستہ سے بولا: تو ٹھیک کہتی ہو دھینا۔ دوسروں کے حصے پر میرا کوئی بس نہیں ہے۔ جو کچھ بچا ہوا ہے۔ لے جا۔ میں جا کر بچوں سے کہے دیتا ہوں۔“

دھینا تاج کی ٹوکرئی گھر میں رکھ کر اپنی دونوں لڑکیوں کے ساتھ پیسے کی پیدائش کی خوشی میں گھلا بھاڑ بھاڑ کر سوہر گارہی تھی کہ سارا گانوں سن لے آج یہ پہلا موقع تھا کہ ایسے مبارک وقت میں برادری کی کوئی عورت وہاں نہ تھی۔ زچہ خانے سے جھینانے کہلا بھیجا تھا کہ سوہر گانے کا کام نہیں ہے مگر دھینا کب ماننے لگی؟ اگر برادری کو اس کی پروا نہیں ہے تو وہ بھی برادری کی پڑا نہیں کرتی۔

اسی وقت ہوری اپنے گھر کو اتنی روپے پر جھنگری سنگھ کے یہاں رہن کر رہا تھا۔ تادان کے روپے کا اس کے سوا اور کوئی بند و بست نہ کر سکتا تھا۔ بیس روپے تلہن، گیہوں اور مٹر سے مل گئے باقی کے لئے گھر کھنا پڑا۔ نوکھیرام تو چاہتے تھے کہ بیل بکوائے جائیں۔ لیکن پٹھوری اور دتادین نے اس کی مخالفت کی۔ بیل بک گئے تو ہوری کھیتی کیسے کرے گا؟ برادری اس کی جائداد سے روپے وصول کرے مگر ایسا تو نہ کرے کہ وہ گانوں چھوڑ کر بھاگ جائے پس اس طرح بیل بچ گئے۔

ہوری رہن نامہ لکھ کر کوئی گیارہ بجے رات کو گھر آیا تو دھینلے پوچھا۔
 ”اتنی رات تک وہاں کیا کرتے رہی؟“
 ہوری نے جلابے کا غصہ ڈاڑھی پر اتارتے ہوئے کہا: ”کرتا کیا رہا

اس پکوت کی کرنی بھرتا رہا! بھاگا آپ تو آگ لگا کر بھاگ گیا، اب مجھے بھجنا پڑ رہا ہے
 اسی روپے میں گھر رہن کرتا پڑا۔ کیا کرتا؟ اب حکا (حقہ) کھل گیا۔ برادری نے
 اُپر ادھ چھما (معاف) کر دیا۔“

دھینا نے ہونٹ چبا کر کہا: ”حکا کھلنا تو ہمارا کیا بگڑ جاتا تھا؟ چار بونج
 بہینے نہیں کسی کا حکا پیا تو کیا چھوٹے ہو گئے؟ میں کہتی ہوں کہ تم اتنے بھوندو
 کیوں ہو؟ میرے سلمنے تو بڑے گیان والے بنتے ہو۔ پر بارہرتھارا منہ کیوں
 بند ہو جاتا ہے؟ دے دے کے باپ داداؤں کی نانی ایک گھر بچ رہا تھا سو تم
 نے اس کا بھی وارنا کر دیا۔ اسی طرح کل یہ تین چار بیگھے دھرتی ہی اسے
 بھی لکھ دینا اور تب گلی گلی بھیک مانگنا۔ میں پوچھتی ہوں کہ تمہارے منہ میں جیسجیہ
 نہ تھی کہ ان بچوں سے پوچھتے کہ تم کہاں کے بڑے دھرتا ہو جو دوسروں
 پر ڈانٹر باندھ لگاتے پھرتے ہو؟ تمہارا تو منہ دیکھنا بھی پاپ ہے۔“

ہوری نے ڈانٹا: ”چپ رہ، بہت بڑھ بڑھ کے نہ بول! برادری کے
 چکر میں ابھی نہیں پڑی ہے۔ نہیں تو منہ سے بات نہ نکلتی۔“

دھینا شغل ہو گئی: ”کون سا پاپ کیا ہے جس کے لیے برادری سے
 ڈریں؟ کسی کے گھر چوری کی ہے؟ کسی کا مال کاٹا ہے؟ مہریار کھ لینا پاپ نہیں
 ہے، ہاں رکھ کے چھوڑ دینا پاپ ہے۔ آدمی کا بہت سیدھا ہونا بھی برا ہے۔ اس
 کے سیدھے پن کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ کتنے ہی منہ چاٹنے لگتے ہیں۔ آج اُدھر
 تمہاری سہرا ہنا ہو رہی ہوگی کہ برادری کی کیسی مر جاد رکھ لی، میرے بھابھا
 پھوٹ گئے تھے کہ تم جیسے مرد سے پالا پڑا۔ کبھی سکھ کی روٹی نہ ملی۔“
 میں ترے باپ کے پاؤں پڑنے گیا تھا؟ وہی تجھے میرے گلے
 باندھ گیا۔“

پتھر پڑ گیا تھا ان کی سمجھ پر اور انھیں کیا کہوں؟ نہ جانے کیا دیکھ کر لوٹے ہو گئے، ایسے کوئی سندر بھی تو نہ تھے تم۔

بحث مذاق میں منتقل ہو گئی۔ اسی روپے گئے تو گئے لاکھ روپے کا پوتا تول گیا؟ اسے تو کوئی نہ چھین لے گا۔ گوبر گھر لوٹ آوے، دھینا انگ جھونپڑی میں رکھی رہے گی۔

ہوری نے پوچھا: "بچہ کس پر پڑا ہے؟"
 دھینا نے ہنس کر جواب دیا: "بالکل گوبر پر پڑا ہے۔ سچ!"
 "تنگڑ تو ہے؟"
 "ہاں اچھا ہے۔"

(۱۲)

رات کو گوبر جھینیا کے ساتھ چلا تو ایسا کانپ رہا تھا جیسے اس کی ناک کٹ گئی ہو۔ جھینیا کو دیکھتے ہی سارے گانوں میں کہرام مچ جائے گا، لوگ ہر طرف سے آکر کیسا داؤ بلا مجا دیں گے، دھینا کتنی گالیاں دے گی، یہ سوچ سوچ کر اس کے پیر پچھے رہی جاتے تھے۔ ہو رہی کا تو اسے خوف نہ تھا۔ وہ صرف ایک بار دھاڑیں گے پھر چپ ہو جائیں گے۔ خوف تھا دھینا کا جو زہر کھانے لگے لی اور گھر میں آگ لگانے لگے گی۔ نہیں اس وقت جھینیا کے ساتھ گھر نہیں جاسکتا۔

مگر کہیں دھینا نے جھینیا کو گھر میں گھسنے ہی نہ دیا۔ اور جھاڑ لے کر مارنے دوڑی تو وہ بے چاری کہاں جائے گی؟ اپنے گھر تو لوٹ ہی نہیں سکتی، کہیں کنوئیں میں کود پڑے، یا گلے میں پھانسی لگا لے تو کیا ہو؟ اس نے لمبا سانس لیا بھگوان کی سرن (پناہ)؟

مگر اماں اتنی بیدار نہیں ہیں کہ مارنے دوڑیں، غصے میں دو چار گالیاں دیں گی۔ مگر جب جھینیا ان کے پاؤں پکڑ کر روکنے لگے گی تو انھیں ویسا ہی بتا دیا۔ تب تک وہ آپ کہیں چھپا رہے گا۔ جب معاملہ ٹھنڈا ہو جائے گا تب وہ ایک دن چپکے سے آئے گا اور اماں کو منالے گا۔ اگر اس بیچ میں اسے کہیں بخوری مل جائے اور دو چار روپیہ لے کر گھر لوٹے گا تب تو پھر دھینا کا منہ بند ہی ہو جائے گا۔

جھینیا بولی "میری تو چھنی دھڑک رہی ہے۔ میں کیا جانتی تھی کہ تم میرے

گلے میں یہ روگ باندھ دو گے۔ نہ جانے کس بری ساعت میں تم نے دیکھا تھا نہ تم گائے لینے آتے نہ یہ سب کچھ ہوتا۔ تم آگے آگے جا کر جو کچھ کہنا سُننا ہو وہ کہہ سن لینا۔ میں پیچھے سے آجاؤں گی۔

گوبر نے کہا: "میں نہیں، پہلے تم جانا اور کہنا کہ میں ہاٹ سے سودا پنچ کر گھر جا رہی تھی ارات ہو گئی ہے، اب کیسے جاؤں؟ تب تک میں آجاؤں گا۔" جھینا نے متفکرانہ کہا: "تمہاری اماں گیل (غصہ در) ہیں۔ میرا نوجی کا پتلا ہی، کہیں مجھے مارنے لگیں تو کیا کروں گی۔"

گوبر نے دھیرج دلایا: "اماں کی عادت ایسی نہیں سی۔ ہم لوگوں تک کو تو کبھی ایک پتھر مارا نہیں ہے، تمھیں کیا ماریں گی؟ ان کو جو کچھ کہنا ہو گا مجھے کہیں گی، وہ تم سے تو بوس لگی بھی نہیں۔"

گانوں فریب آگیا۔ گوبر نے رک کر کہا: "اب تم جاؤ۔"

جھینا نے ضد کی: "تم بھی دیر نہ کرنا۔"

"نہیں نہیں جھن بھریں آتا ہوں، تو چل تو!"

"میرا جی نہ جانے کیسا ہو رہا ہے، تمھارے اوپر گتہ (غصہ) آتا ہو۔"

"تم اتنی ڈرتی ہو کیوں؟ میں تو ابھی رہا ہوں۔"

"اس سے تو کہیں اچھا تھا کہ کسی دوسری جگہ بھاگ جاتے۔"

جب اپنا گھبراہٹ سے تو کیوں کہیں بیٹا لگیں۔ غم نا ملک (حق)

ڈر رہی ہو۔"

"جلدی سے آؤ گے نا؟"

"ہاں۔ ہاں، ابھی آتا ہوں۔"

"مجھ سے دگلا (دغا) تو نہیں کر رہے ہو کہ مجھے غریب کر تم کہیں چلتے"

”نو؟“

”اتنا بچ نہیں ہوں جھوٹا۔ جب تیری باہنہ پکڑ دی ہے تو مرتے دم تک بنا ہوں گا۔“

جھینا گھر کی طرف چلی۔ گوبر لمبے بھر دُبدھے میں بڑا ہوا کھڑا رہا۔ پھر یکایک سر پر منڈلانے والا لعنت ملامت کا خیال خوفناک شکل اختیار کر کے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کہیں سچ سچ اماں مارنے دوڑیں تو کیا ہو گا؟ اس کے پیر زمین سے چپک گئے۔ اس کے اور اس کے گھر کے درمیان میں صرف آموں کا جھوٹا سا باغ تھا۔ جھینا کی کالی برچھائیں آہستہ آہستہ جاتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس کے حواسوں میں بڑی تیزی آگئی تھی۔ اس کے کانوں میں ایسی بھنگ پڑی جیسے اماں جھینا کو گالی دے رہی ہیں۔ اس کے دل کی کچھ ایسی حالت ہو رہی ہے گویا سر پر گنڈا سے کا ہاتھ پڑنے والا ہو۔ بدن کا سارا خون جیسے خشک ہو گیا ہو۔ ایک لمحے کے بعد اس نے دیکھا۔ جیسے دھینا گھر سے نکل کر کہیں جا رہی ہو۔ دادا کے پاس جاتی ہوگی۔ شاید (شاید) دادا کھاپنی کر مٹر کے کھیت پر چلے گئے ہوں۔ وہ اس کھیت کی طرف چلا۔ جو اور گہوؤں کے کھیتوں کو کچلتا روندتا ہوا اس طرح بھاگا جا رہا تھا۔ گویا پیچھے کوئی دوڑ آرہی ہو۔ وہ ہے دادا کی جھوپڑی! وہ رگ گیا اور دبے پاؤں جا کر اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس کا قیاس ٹھیک نکلا۔ وہ پہنچا ہی تھا کہ دھینا کی آواز سنائی دی۔ وہ کجب (غضب) ہو گیا! اماں اتنی بیدرد ہیں! ایک اناہتہ رڈکی برا نہیں کچھ بھی دیا نہیں آتی اور جو میں ابھی سامنے جا کر پھٹکار دوں کہ تم کو جھینا سے بولنے کی کوئی مجال نہیں ہے تو ساری سیکھی (سنی) نکل جائے۔ اچھا دادا بھی بگڑ رہے ہیں۔ کیلے کے لئے آج ٹھیکرا بھی تیز ہو گیا۔ میں

ادب کرتا ہوں یہ اسی کا پہل سہمہ۔ یہ تو وادابھی وہیں جا رہے ہیں۔ اگر جھینیا
 خوں نے مارا پٹا تو مجھ سے نہ سہا جائے گا۔ بھگوان! اب تمھارا ہی بھروسہ
 میں نہ جانتا تھا کہ اس شکٹ میں جان پڑے گی۔ جھینیا مجھے اپنے من میں
 مکار، ڈرپوک اور کینہ سمجھ رہی ہو گی۔ مگر اسے مار کیسے سکتے ہیں! گھر سے
 ل بھی کیسے سکتے ہیں؟ کیا گھر میں میرا حصہ نہیں ہے؟ اگر جھینیا پر کسی نے ہاتھ
 یا تو آج ہا بھارت ہو جائے گا۔ ماں باپ جب تک لڑکوں کی رچھا کریں تب
 ماں باپ ہیں، جب ان میں امتا ہی نہیں تو کیسے ماں باپ؟

ہوری جوں ہی جھونپڑی سے نکلا، گوبر بھی دبے پاؤں آہستہ آہستہ
 پیچھے چلا، مگر دروازے پر اجالا دیکھ کر اس کے پیر رک گئے۔ اس اجالے کی
 کے اندر وہ قدم نہیں رکھ سکتا وہ اندھیرے ہی میں دیوار سے چپک کر کھڑا
 ۔ اس کی بہت نے جواب دے دیا، ہائے! بچاری جھینیا پر یہ لوگ جھٹلا رہے
 ۔ اور وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اس نے کھیل کھیل میں جو ایک جنگاری پھینک دی تھی
 رے کھیلان کو بھسم کر دے گی یہ اس نے نہ سمجھا تھا۔ اور اب اس میں اتنی
 ۔ نہ تھی کہ سامنے اگر کہے۔ ہاں میں نے جنگاری پھینکی تھی۔ جن سہاروں پر
 اپنے دل کو سنبھالے ہوئے تھا وہ سب اس زلزلے میں گڑ بڑ سے اور وہ جھونپڑ
 گر پڑا وہ پیچھے لوٹا۔ اب وہ جھینیا کو کیا منہ دکھائے؟

وہ کوئی سو قدم چلا مگر اس طرح جیسے کوئی پہاڑی میدان سے بھاگے۔ اس
 جھینیا سے محبت اور وفا کی جو باتیں کہی تھیں وہ سب یاد آئے لگیں۔ وہ وہاں
 یعنی باتیں یاد آئیں جب وہ اپنے مجنونانہ سانسوں میں، اپنی نیشلی چوٹوں میں،
 یا اپنی جان نکال کر اس نے قدموں پر رکھ دیا تھا۔ جھینیا کسی بھور پرند کی طرح
 چھوٹے سے گھونسلے میں اپنی تنہائی کی زندگی کاٹ رہی تھی۔ وہاں نہ کا مجنونانہ

اصرار نہ تھا، نہ وہ اپنی ہوئی خوشی تھی اور نہ بچوں کی بیٹی آواز میں مگر صیاد کا دام اور فر
 بھی تو وہاں نہ تھا۔ گو بر نے اس کے تنہائی والے گھونسلے میں جا کر اسے کچھ سکھ بچا
 نہیں، یہ کون جانے۔ مگر اسے عذاب میں تو ڈال ہی دیا تھا۔ وہ بدل لیا۔ بھاگتا
 ہوا سپاہی گویا اپنے ایک ساتھی کا بڑھا داسن کر نیچے لوٹ پڑا۔

اس نے دروازے پر اگر دیکھا تو کواڑ بند ہو گئے تھے۔ کواڑوں کے
 دروازوں سے روشنی کی شعاعیں باہر نکل رہی تھیں۔ اس نے ایک دروازے
 اندر جھانکا۔ دھینا اور جھینیا بیٹھی ہوئی تھیں۔ ہوری کھڑا تھا۔ جھینیا کی سسکیاں شانی
 دے رہی تھیں۔ اور دھینا اسے سمجھا رہی تھی۔ "بیٹی، توجہ کر گھر میں بیٹھ؟ میں تیری
 کا کا اور بھائیوں کو دیکھ لوں گی جب تک ہم جیسے ہیں کسی بات کی چنتا نہیں ہے
 ہمارے رہتے تجھے کوئی تیزھی آنکھ دیکھ بھی نہ سکے گا۔"

گو برخوش ہو گیا۔ آج وہ کسی قابل ہوتا تو داد اور اماں کو سو منے سے من ڈھ
 دیتا۔ اور کہتا "اب تم کچھ کام نہ کرو۔ آرام سے بیٹھے بیٹھے کھاؤ اور جینا دان پن کرنا
 چاہو کرو! جھینا کے متعلق اب اس سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ وہ اسے جیسا سہارا
 دینا چاہتا تھا وہ مل گیا تھا۔ جھینا اسے دعا باز سمجھتی ہے تو سمجھے وہ توجہ ہی گھر آنے کا
 جب وہ پیسے کے زور سے گاؤں بھر کا منہ بند کر سکے اور داد اور اماں اسے
 گھر آنے کا کلنگ نہ سمجھ کر گھر آنے کا تلک سمجھیں۔ دل پر جینا گہرا صدمہ ہوتا ہے وہ
 اپنے رد عمل کی صورت میں اتنا ہی موثر ہوتا تھا اس بدنامی نے گو بر کے دل کو تھک کر
 وہ رتن نکال لیا جو ابھی تک چھپا پڑا تھا۔ آج پہلی مرتبہ اسے اپنی ذمہ داری کا احساس
 ہوا، اور اس کے ساتھ ہی اس میں مصمم ارادہ پیدا ہو گیا۔ اب تک وہ کم سے کم
 کام کرنا اور زیادہ سے زیادہ کھانا اپنا حق سمجھتا تھا۔ اس کے دل میں یہ خیال ہی
 نہ آیا تھا کہ گھروالوں کے ساتھ بھی اس کا کچھ فرض ہے۔ آج دالین کے

اس اعلیٰ عفو نے گویا اس کے دل میں نور پیدا کر دیا۔ جب دھینا اور جھینا اندر چلی گئیں تو بوری کی اسی جھونپڑی میں جا بیٹھا اور آئندہ سکے لئے منصوبے بنا کر لگا۔

شہر میں بیل داروں کو پانچ چھ آنے رنج (روز) ملتے ہیں، یہ اس نے سن رکھا تھا۔ اگر اسے چھ آنے رنج ملیں اور وہ ایک آنہ رنج میں گھر (گزر) کرے تو پانچ آنہ روز کی بخت ہو گی۔ پینے میں دس روپے ہوتے ہیں اور سال میں سوا سو۔ وہ سوا سو کی پھیلی لے کر گھر آئے تو کس کی مجال ہے جو اس کے سامنے منہ کھول سکے؟ یہی وانا دین اور یہی بیٹھوری آکر اس کی ہاں میں ہاں ملائیں گے اور جھینا تو گھنڈے سے پھول اٹھے گی۔ دو چار سال وہ اسی طرح کماتا رہی تو گھر کا سارا دکھ و درد ہو جائے، ابھی تو سارے گھر کی کمائی بھی سوا سو نہیں ہوتی اب وہ ایک لاکھ سوا سو کمائے گا۔ لوگ یہی تو کہیں گے کہ مجھری کرنا ہی کہا کریں۔ مجھری کرنا کوئی پاپ تو نہیں ہے۔ اور سدا چھ آنے ہی پھوڑے ملیں گے جیسے جیسے وہ کام میں ہوشیار ہو گا۔ ویسے ویسے مجھری بھی تو بڑھے گی۔ تب وہ داد سے کہے گا: کہ اب تم گھر میں بیٹھ کر بھگوان کا بھجن کرو۔ اس کھنی میں جان کھپانے کے سوا اور کیا رکھا ہے؟ سب سے پہلے ایک پچھا میں گائے لے گا جو چار پانچ سیر دو وہ دے گی اور داد اسے کہے گا کہ تم گھوماتا کی سیا کر جس کو تمہارا لوگ (دینا) بھی بنے گا اور بر لوک (عقبے) بھی۔

اور کیا ایک آنے میں اس کا گھر (گزر) آرام سے نہ ہو گا؟ گھر لے کر کرنا ہی! کسی جگہ پڑے گا۔ سینکڑوں مندر اور دھرم سارے ہیں۔ اور پھر وہ جس کی مجھری کرے گا وہ کیا رہنے کی جگہ نہ دے گا؟ آنا روپے کا دس میر آنا ہے۔ ایک آنہ کا ٹھکانا پاؤ ہوا۔ ایک آنہ کا تو وہ آنا ہی کھلے گا۔ لکڑی

دال، نمک، ساگ، یہ سب کہاں سے آئیں گے؟ دونوں جُون کے لئے سیر بھڑاٹا ہی چاہیئے۔ ادھ! کھانے کی کچھ نہ پوچھو۔ مٹھی بھر چنے سے بھی کام چل سکتا ہے اور ملوا پوری کھا کر بھی کام چل سکتا ہے، جیسی سائی ہو۔ وہ آدھ سیر آٹا کھا کر دن بھر بے (مزی) سے کام کر سکتا ہے۔ ادھر سے اپنے چن لئے تو کڑی کا کام چل گیا۔ کبھی ایک پیسے کی دال لے لی اور کبھی آلو بھون کر بھرتا بنالیا۔ یہاں دن کا ٹٹا ہے کہ چین کرنا ہے؟ پتل پر آٹا گوندھا اپلوں پر باٹیاں تنگیں، آلو بھون کر بھرتا بنالیا اور بچے سے کھا کر سو رہی۔ گھری پر کون دونوں جُون روٹی ملتی ہے؟ ایک جُون تو جرن ہی ملتا ہے وہاں بھی ایک جُون جرن ہی پر کاٹیں گے۔

اسے شک ہوا کہ اگر کبھی بجوری نہ ملی تو وہ کیا کرے گا۔ مگر بجوری کیوں نہ ملے گی؟ جب وہ جی توڑ کر کام کرے گا تو سو آدمی اسے بلائیں گے۔ کام سب کو پیارا ہوتا ہے، چام نہیں پیارا ہوتا۔ یہاں بھی تو سو کھا با لاڑتا ہے، ادکھ میں دیکھ لگتی ہے گھبوں میں گردی لگتی ہے اور سرسوں میں لاہی لگ جاتی ہے۔ اسے رات کو کوئی کام مل جائے گا تو اسے بھی نہ چھوڑے گا۔ دن بھر بجوری کی، رات کو کہیں چوکیداری کرے گا۔ دو آنے بھی رات کے کام کے مل جائیں گے تو چاندی ہو جب لوٹے گا تو سب کے لئے ساڑیاں لائے گا۔ جھینیا کے لئے ہاتھ کا گٹن جردور (مزدور) بنوائے گا۔ اور دادا کے لئے منڈا (صاف) لائے گا۔

یہی خیالی پلاؤ بکنا ہوا وہ سو گیا۔ مگر ٹھنڈ میں نیند کہاں؟ کسی طرح رات کاٹی اور تڑکے ہی اٹھ کر لکھنؤ کی سڑک پر بھی بیس ہی کوس تو ہے، ساکھ (شام) تک پہنچ جائے گا۔ گاؤں کا کون آدمی وہاں پہنچا جاتا ہے اور وہ اپنا پستہ ٹھکانا ہی کیوں لکھے گا؟ نہیں تو دادا دوسرے ہی دن سیر پر سوار ہو جائیں گے اسے کچھ کچھتا داتا تو یہی کہ چھینیا سے کیوں نہ صاف صاف کہہ دیا کہ ابھی تو گھر جا۔